رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

تائید

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء | نمبر ۲۴

فخرِ قوم آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب بار ایٹ لاء ریلوے ممبر گورنمنٹ آف انڈیا

زندہ باد

(از خاکسار "احسن اسمٰعیل" صدیقی گوجرہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندہ باد اے مذہبِ اسلام کے نورِ نظر،
زندہ باد اے کشورِ جاہ و حشم کے تاجور
روک ڈالی تھی تری رہ میں سکوتِ شام نے
گو بظاہر اس زمیں پر دشمنوں کا زور تھا
تیری اوصافِ حمیدہ سب پہ جادو کر گئے
تھا خدا کو شوق تیرے نام کی تشہیر کا
دُور بینی کو تری ہستی پہ سو سو ناز ہے

زندہ باد اے ملک و ملت کے درخشندہ گہر
زندہ باد اے گلشنِ ہندوستان کے دیدہ ور
اور اک طوفان سا برپا تھا تیرے سامنے
پر فلک پہ تیری ہی فتح و ظفر کا شور تھا
کل کے دشمن آج یوں چپ ہیں کہ گویا مر گئے
کس کی طاقت ہے مٹائے فیصلہ تقدیر کا
خوبیٔ قسمت کہ تو محمود ایدہ اللہ کا ایاز ہے

عہدۂ عالی ملا پر سادگی چھوڑی نہیں
بُغض و کینہ کا ترا بازار بالکل سرد ہے
دب گئے ہیں گو مسلماں تیرے احسانات سے
خواہ کسی پر ظلم ہوتا ہو تڑپ جاتا ہے تُو
سچی باتیں منہ پہ کہہ جانا تجھے مرغوب ہے
اے ظفرؔ! شام و سحر تیرے لئے ہے یہ دُعا
رحمتیں ہوں تجھ پہ نازل ابرِ باراں کی طرح

یعنی بندِ عیش سے آزادگی چھوڑی نہیں
تیری دل میں ملتِ اسلامیہ کا درد ہے
غیر قومیں بھی نہیں مایوس تیری ذات سے
دِل میں غیروں کیلئے بھی درد سا پاتا ہے تُو
دب کے رہنا تیرے مذہب میں بہت معیوب ہے
رنج و غم، فکر و بلا سے تو رہے ناآشنا
اور یہی چمکے جہاں میں ماہِ تاباں کی طرح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

جلد ۲۱ ❊ قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء ❊ نمبر ۲۴

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام کو کھلا چیلنج

(نورالدین اعظمؓ کا درس قرآن اور خاتم النبیین کے معنی اور مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا اظہار)

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کا دعویٰ ہے۔ کہ اب بھی ہمارے وہی عقائد ہیں۔ جو حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کے زمانے میں تھے یا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں تھے۔ لیکن میاں صاحب (امام جماعت احمدیہ) نے اپنے عقیدہ میں غلو اختیار کر لیا۔ اور خواہ مخواہ نبوت کا عقیدہ آپ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ لیکن میں مندرجہ ذیل ثبوت کو جو حضرت خلیفۃ المسیح اول کا ایک درس ہے۔ پیش کرتا ہوں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بذات خود اس کا جواب لکھیں۔ یا جیسا کہ انہیں تحریف اور تاویل میں کمال حاصل ہے جو چاہیں کر لیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اتنی توفیق نہیں دیگا۔ میں مؤدبانہ طور پر آپ سے اور آپ کے وابستگان دامن سے عرض کرتا ہوں۔ کہ لوگوں کے طعن و تشنیع سے نہ ڈریں۔ اور اب جبکہ صاف فیصلہ آپ کے سامنے آچکا ہے انکار نہ کریں۔ بلکہ لبیک کہتے ہوئے خلافت ثانیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کو توفیق بخشے۔ آمین حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں۔

پارہ اوّل رکوع ۷، سورۃ بقر رکوع ۷،
۴ و ۱۱ ستمبر ۱۹۱۳ء اخبار بدر صفحہ ۱۹ درس دوم صدا)
آیت ۲۔ قوم۔ میں نے ایک دفعہ ایک کتاب خریدی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ مینے لہسن خریدا ہے۔ معلوم ہوا۔ وہ کتاب اچھی نہ تھی۔

(یقتلون النبیین) نبیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے۔ نبیوں کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔ ان الفاظ کو الفاظ **خاتم النبیین** کے ساتھ ملا کر دیکھنا چاہیئے۔ ہر دو جگہ **النبیین** ہے۔ اگر اس سے مراد سارے نبی ہیں۔ تو پھر معلوم ہوا۔ کہ بنی اسرائیل نے سارے جہان کے نبیوں کو قتل کر دیا تھا۔ کوئی باقی نہ رہا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین سے مراد سارے نبی نہیں۔ بلکہ صاحب شریعت نبی جو قیامت تک اور نہ ہوگا۔

اس زمانہ کے مسلمان بھی ایک نبی اللہ کے قتل کے مجرم ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی۔ اور ان پر اور ان کے ساتھیوں پر قتل کا فتویٰ لگا۔ اگرچہ وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔ مگر اپنی طرف سے کمی نہ کی۔ خون کے مقدمات بھی بنائے۔ اور جو لوگ ان مکفر مولویوں سے اپنی بیزاری اور علیحدگی علانیہ نہیں کر لیتے وہ انہیں کے ساتھ سمجھے جاتے ہیں۔
ان کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ عذاب کے وقت جب کوئی بستی غرق ہوتی ہے۔ جو نیک بندوں کے ساتھ مل کر رہتے ہیں۔ وہ بھی ان بدوں کے ساتھ ہی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔"

کیا اس تحریر کے پڑھنے کے بعد اب بھی مولوی صاحب موصوف مکفر علماء کے ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دینگے۔ اور ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے مکفر علماء کو کافر نہیں کہا۔ جنازہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو کسی بڑے سے بڑے شہر میں تیار ہو جائیں گے۔
امید ہے کہ مولانا سید حبیب صاحب ایڈیٹر آف سیاست کی تسلی ہو جائے گی۔ کہ مولوی صاحب کا گرگٹ کی طرح رنگ تبدیل کرنا محض شکم پرستی اور طلب زر کے لئے ہے۔ نہ کہ خوف خدا کے لئے۔ دن بدن امیر پیغام کے عقائد کی قلعی کھل رہی ہے۔ اور وہ دن قریب ہیں۔ جب کہ ان کی ریتلی دیوار دھم سے زمین پر آرہے گی۔ اب بھی وقت ہے کہ ناجیہ فرسال پیغام آنکھیں کھولیں۔ اور ہوش و عقل کو کام میں لا کر اس مصلح موعود کی دشمنی سے ہاتھ کھینچ لیں۔ جس کا الہامی نام فضل عمرؓ اور محمود ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے مدت کے بچھڑے ہوئے ہمیں پھر آملیں اور ہم اس بات کو مولوی محمد حسین بٹالوی پر چسپاں کر دیں ؎

دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبتِ دیریں کے رنگ
پھول بن کر ایک مدت سے ہوئی آخر کو خار

لیکن نوشتۂ تقدیر کو کون روک سکتا ہے۔
میں اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوا پھر دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و ناصر ہو اور ہمارے بھائیوں کی غلط فہمی دور فرمائے۔ آمین

؎

ذرا چشم بصیرت کھول گر رکھتا ہے بینائی
تیرے کس کام آئیں گے خیالات من و مائی

(سید عنایت حسین شاہ بخاری لائل پوری)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغام صلح میں ایک مضحکہ خیز تصحیح!

فاروق کے پچھلے پرچہ میں میں ایک حوالہ مولوی محمد علی صاحب کے خطبہ میں سے نقل کر کے ایک ضروری استفسار کر چکا ہوں۔ جس میں مولوی صاحب موصوف کی طرف سے یہ لکھا گیا تھا۔

"بعد میں چپکے سے کتبہ تبدیل کر کے "نبی اللہ" کا کتبہ لگا دیا" چونکہ یہ ایک صریح جھوٹ تھا۔ جس پر کسی طرح بھی پردہ نہ پڑ سکتا تھا۔ غالباً اڑتی چڑیا کے ذریعہ پیغام بلڈنگ کی گلیوں میں یہ خبر بھی گونج اٹھی ہوگی۔ کہ قادیان کی طرف سے اس جھوٹ کے ڈھول کا پول امروز فردا تک ہی ظاہر ہونے والا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق پیغام کے پچھلے پرچہ میں تصحیحی نوٹ خاص چوکھٹے میں شائع کر دیا گیا ہے جو احباب کے تفنن طبع کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں جو یہ ہے:۔

"پیغام صلح کی ۱۱ ستمبر کی اشاعت کے صہ ۴ کالم ۲ میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ میں آپ کی طرف یہ الفاظ منسوب ہیں۔

بعد میں چپکے سے کتبہ تبدیل کر کے "نبی اللہ" کا کتبہ لگا دیا گیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ میں یہ نہیں فرمایا تھا۔ کہ کتبہ میں نبی اللہ کا لفظ بڑھا دیا گیا ہے" صرف اس قدر فرمایا تھا۔ کہ "مجدد صدی چہاردہم" کے الفاظ کو اڑا دیا گیا ہے"

احباب! میں اس تصحیحی نوٹ پر کسی قسم کی مزید حاشیہ آرائی کرنا تحصیل حاصل سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید!

البتہ میں اپنے دوستوں کو اتنا کہنے کا ضرور حق رکھتا ہوں۔ کہ آپ صاحبان از برائے خدا ان ہر دو فقرات کو انکے سامنے رکھ کر اپنے پیغامی احباب سے ضرور استفسار کریں۔ کہ بھائی یہ ایں چہ بوالعجبی است قبلہ "امیر ایدہ اللہ" جیسی بزرگ ترین ہستی کے خطبہ کے نوٹ نویس ایسے لال بجھکڑ اور مخترع دماغ واقع ہوئے ہیں۔ کہ لفظوں میں تو تشابہ پڑنا ممکن ہے مگر سرے سے پورے کا پورا فقرہ ہی ایک ذمہ وار اور تنخواہ دار نوٹ نویس سے ایجاد ہو کر حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف منسوب ہو کر چھپ جانا اور پھر ہفتہ بھر تک پیغام بلڈنگ کے چھوٹے بڑوں کی نگاہ سے مخفی رہنا اور پھر اس کی تصحیح بھی ایک شخص غلام نبی مسلم بی اے کاڈھوزی سے بالکل غیر ذمہ وارانہ حیثیت سے کرانا تعجب انگیز فرور ہے چاہیئے تھا۔ کہ یا تو ایڈیٹر پیغام کی طرف سے تصحیح شائع ہوتی۔ یا پھر خود امیر پیغام "ایدہ اللہ" کی طرف سے براہ راست یا کسی نقلی یا اصلی پرسنل اسسٹنٹ کی طرف سے شائع ہوتی۔

پس یہ تصحیح تو ایک طرح بر کلہ خود بباید زد کی مصداق ہے اسلئے جب تک تصحیح ذمہ وارانہ حیثیت سے شائع نہ ہو میرا اعتراض ۱۱ ستمبر والے مضمون والا جوں کا توں "حضرت امیر ایدہ اللہ" کے سر پر بھوت کی طرح سوار ہے۔ اور اب اگر کسی ذمہ وارانہ حیثیت سے شائع بھی ہوئی۔ تو سمجھا جائے گا۔ کہ ؎

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است
ایسا کذب و افترا اور خلاف واقعہ دروغ بافی کہ

"بعد میں چپکے سے کتبہ تبدیل کر کے نبی اللہ کا کتبہ لگا دیا" تو ایسا شخص ہی منسوب کر سکتا ہے جو نعوذ باللہ "حضرت امیر ایدہ اللہ" کا چھپا ہوا دشمن یعنی مار آستین ہو۔ یا بالفاظ دیگر وہ نوٹ نویس "قادیانی" ہو۔ جس نے معاذ اللہ ایسا کلمۂ کفر حضرت امیر کی طرف منسوب کر کے دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کرنیکا عزم بالجزم کر رکھا ہو۔ ورنہ عقل و نقل اور مشاہدہ کے ماتحت تو اتنے بڑے فقرہ کا اتنا بڑا اشتباہ پڑنا قریباً محالات اور ناممکنات میں سے ہے۔ ہاں یہ میں بھی تسلیم کرنے کو طیار ہوں۔ کہ ممکن ہے کہ بوقت ادائے خطبہ حضرت امیر موصوف صاحب جوش غیض میں مبالغہ آمیز افراط و تفریط کے متلاطم بہاؤ میں بہ گئے ہوں۔ اور یہ فقرہ منہ سے نکل گیا ہو۔ اور دل میں اس کی حقیقت نہ ہو۔ مگر میرا آئینہ ساں دل اسوقت بھی اس بیچارے ناکردہ گناہ نوٹ نویس پر یہ بدظنی کرنے کو ہرگز ہرگز طیار نہیں۔ کہ اس نے اتنے بڑے فقرہ کو کہ

"مجدد صدی چہاردہم" کے الفاظ کو اڑا دیا گیا ہے" سُنکر یوں سمجھ لیا کہ

"بعد میں چپکے سے کتبہ تبدیل کر کے نبی اللہ کا کتبہ لگا دیا گیا"

اب ایڈیٹر پیغام یا اور کوئی صاحب خواہ کسی اگلے پچھلے خطبات یا تقاریر کے ہزاروں حوالے دیکر اس کی کتنی ہی توجیہیں اور تاویلات رکیکہ کریں۔ مگر بات کچھ بنتی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ اہل پیغام حضرات کے دل تسلی پکڑ جائیں۔ مگر دنیا کا کوئی عقلمند دل و دماغ کو حاضر کر کے اس لایعنی اور بے معنی تصحیح سے مطمئن نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ حضرت امیر پیغام پھلے مانسی سے صاف اقرار فرمالیں کہ مجھے پہلے روایت یہی پہنچی تھی۔ یا یہ کہ بحالت مغلوب الغضبی اور عداوت قادیانیت یہ فقرہ میرے دہن مبارک سے نکل گیا۔ میں اس کو واپس لیتا ہوں۔

علاوہ ازیں [illegible] گواہ چست کے اصل
ہم سوائے حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے براہ راست
ہونے کے اور کسی ایرے غیرے کی تصحیح
سکتے۔ کیونکہ کل کو ممکن ہے کہ حضرت امیر
دونوں کی ہی تغلیط شائع
پیغام ایکدوسرے کا منہ
زخمات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

من چہ میگویم وطنبورہ لاہور چہ مے سرائید

ایڈیٹر پیغام تنکوں کے سہارے پر

مولٰنا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی دستخطی تحریر کا عکس کیا شائع ہوا۔ گویا ڈھلوانی پہاڑ ہی اصحاب الاخدود کے سروں پر گر پڑا ہے۔ اب ان کی وہ لن ترانیاں اور بڑے دھوم دھڑاکے سے زریدہ بیانیاں جو منبر پر چڑھ کر کی جاتی تھیں۔ کہ "میرے اور میری جماعت کے دوسرے لوگوں کے عقاید حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت وہی تھے جو آج ہیں"۔ کافور اور چکنا چور ہو گئیں کیونکہ ان کے بڑے سے بڑے بزرگ کا اقرار نبوت تصدیق بالقلم کی صورت میں منقش بالحجر ہو کر ۲۸ برس کے بعد مومنوں کے لئے موجب ازدیاد ایمان اور منکروں کی رجوع کیلئے سوہان بن کر نمودار ہوا۔ اب یہ موت احمر کا پیالہ ٹلے تو کیونکر۔ کیونکہ ؎

قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

اسلئے اب اہل پیغام ادھر ادھر سو سو ساری بلوں میں سر چھپانے کی سعئ ناکام میں مصروف ہو کر خاردار جھاڑیوں میں ہاتھ پیر مارنے لگ پڑے ہیں۔

احباب نے الفضل میں مخدومنا حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن کا ایک پُر حقیقت و پُر ذوق مضمون حضرت اقدسؑ کے کتبہ کی تجویز پر پڑھا ہوگا۔ جس میں آپ نے حضرت اقدسؑ کے الہامات میں سے ایک الہامی کتبہ نکالکر اسکو کتبہ پر لگانے کی تجویز پیش کی ہے اس کے متعلق آپ نے بطور نوٹ کے یہ بھی لکھا کہ

"حال ہی میں اخبار پیغام صلح میں ایک صاحب نے تجویز کیا تھا کہ پہلا کتبہ جس پر مجدد کا لفظ تھا اسے مٹا کر دیا گیا ہے تاکہ مجدد کے لفظ سے اڑا دیا جائے۔ موعودؑ کو نبی بنا لیا جائے۔ اور کتبہ لفظ سے تعبیر کیا گیا تھا۔ حالانکہ صاحب مرحوم کا لکھا ہوا لفاظ کے پابند نہیں۔ جو سیدھے منہ سے کرنے کے لئے طیار نہیں۔ ورنہ آج ہی تمام لین دین چکتا ہو جائے ٭ مولوی سید محمد احسن صاحب سے کہیں ماغ سے نکلے ہوئے اقرار ہائے نبوت موجود ہیں۔ مگر قبلہ موصوف تو اس موضوع سے ایسے کترا گھبراتے۔ شرماتے اور تھراتے ہیں جیسے ی سی دیدہ دلیرانہ جرأت سے کام لیکر اعلان کر دیں۔ کہ ربع صدی پیشتر کی تحریرات کے ہم کیسے پابند ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اب انہیں قابل

"کسی انسان نے اپنی مرضی سے لکھائے ہوں"۔

حضرت میر صاحب موصوف کا اس نوٹ اور بقیہ تمام مضمون میں صاف منشاء ہے۔ کہ خدا کا تجویز کردہ کتبہ اگر میسر آجائے۔ تو پھر کسی انسان کا (خواہ وہ قادیانی ہو یا پیغامی۔ ملتانی) تجویز کردہ کتبہ اس کے مقابل کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اب کہاں تو یہ لطیف اور روحانی استدلال اور کہاں یہ پیغامی خوش فہمانہ تنکے کا سہارا جو ناظر صاحب دعوت تبلیغ کے چیلنج کے جواب میں حضرت میر صاحب موصوف کے متذکرہ بالا حوالہ کو پیش کر کے زیر سرخی

"لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا"

۱۹ ستمبر کے پیغام میں یوں لیا گیا ہے کہ

"جب کئی سال تک لکھے ہوئے کتبہ کے الفاظ کے جسے جماعت کا ہر فرد و بشر بغیر کسی اعتراض کے اتنا لمبا عرصہ دیکھتا رہا۔ آپ لوگ پابند نہیں۔ تو اسی شخص کے ان الفاظ کے جو ۲۸ سال تک رجسٹر میں مخفی رہے۔ اور آج ظاہر ہوئے ہیں ہم لوگ کیسے پابند ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں ہر فرد بشر پر بائیس سال تک اتمام حجت ہوتا رہا کہ اس مزار مبارک کے اندر ایک مجدد مدفون ہے لیکن دوسری صورت میں وہ عبارت ۲۸ سال پوشیدہ رہی۔ اور پھر ذو معنی اور دوسری حدیث کے مخالف ہے"۔

اس سادہ لوح ایڈیٹر پیغام کو اس نوٹ لکھتے وقت اتنی بھی سدھ بدھ نہیں رہی کہ وہ خود چاہ کن را چاہ در پیش پر عمل کر رہا ہے۔ اور زیر سرخی "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا" حضرت "امیر ایدہ اللہ" کے فرمان مبارک کہ "میں اور ہماری جماعت کے دوسرے لوگوں کے عقائد وہی ہیں جو حضرت اقدس کی وفات پر تھے" اسکے صریح مخالف اقرار بالقلم کر کے ہر تصدیق ثبت کر رہا ہے کہ "ہم لوگ کیسے پابند ہو سکتے ہیں... وہ عبارت حدیث کے مخالف ہے (کیونکہ مدیر پیغام اپنے بزرگ مولانا محمد احسن صاحب سے علم حدیث میں زیادہ ماہر ہیں) اس اقرار سے صاف ظاہر ہے کہ اہل پیغام کی لاہور میں جا کر تحقیقات جدیدہ کی رو سے انکے بزرگ عالم دین کے الفاظ در بارہ اقرار نبوت مخالف حدیث ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ حضرت اقدسؑ کی وفات پر اہل پیغام کے دوسرے لوگوں کے وہ عقائد نہ تھے جو اب ہیں اور اس کے نتیجہ میں حضرت "امیر ایدہ اللہ" کا وہ دعویٰ کہ "میں اور ہماری جماعت کے دوسرے لوگوں کے عقائد وہی ہیں جو حضرت اقدسؑ کی وفات پر تھے"۔

باطل اور خلاف واقعہ ٹھیرا۔ فہو المراد نا

مدیر پیغام! اس کو کہتے ہیں ؎ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب مدیر پیغام۔ اختر ناکام اور امیر پیغام باہم گلے لگ کر بآواز بلند ڈھائیں اور آہیں مار کر کہیں کہ ؎

"آ حضرت امیر" کریں مل کے زاریاں

مزار مبارک میں مجدد کے مدفون ہونیکی بھلی کہی۔ ارے بھائی بہشتی مقبرہ قادیان کا مزار مبارک تو بجائے خود رہا ہم تو یہ بھی مزار مبارک میں بھی ایک مجدد اعظم کو مدفون شدہ تسلیم کرتے ہیں اور تمہاری اپنی پالیسیانہ اصطلاح کے مطابق تو قادیان کے مزار مبارک میں بھی "مجدد اعظم" مدفون ہے۔ اگر اس اصطلاح کی تصدیق کرنا چاہو۔ تو جاؤ احمدیہ دار الکتب اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگ لاہوری میں اور طلب کرو ان سے فہرست کتب اردو اور دیکھو اس میں جگہ بہ جگہ کہ اکثر جگہ حضرتؑ اقدسؑ کو "مجدد اعظم" کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے یا نہ۔ اور حضرت اقدسؑ کی اصطلاح کی رو سے تو "مجدد اعظم" خاتم النبیین ہے (دیکھو لکچر سیالکوٹ)

اب کیا فرماتے ہیں جدید لذیذ علمائے پیغام بیچ اس شخص کے بارے کے کہ جو شخص محض اپنی بزدلانہ حکمت عملی کے ماتحت مجدد اعظم جیسا معزز ترین خطاب جو خاتم النبیین کے قائم مقام ہے۔ کسی دوسرے ایسے شخص کے حق میں استعمال کرے جو غیر نبی ہے۔ ہاں اہل پیغام کا یہ کہنا کہ "ہم کیسے پابند ہو سکتے ہیں"۔ یہی تو سارا رونا ربع صدی سے چلا آ رہا ہے۔ جس کا ×

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عیسائی مشن

تنقیح بر رسالہ الوہیت مسیح ۴

نمبر ۲

(شیخ عبدالقادر از لائل پور)

گذشتہ نمبر میں بدلائل واضح پادری صاحب کی بوسیدہ دلیلوں کا ردّ کرتے ہوئے یہ امر علی وجہ الاتم بپایہ ثبوت پہنچایا گیا ہے۔ کہ اناجیل میں سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کو از راہِ مجاز و استعارہ خدا اور حق تعالیٰ کا فرزند کہا گیا ہے۔ نہ کہ بزعم پادری صاحب اناجیل نے علی وجہ الحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور خدا کا فرزند بتایا۔ چنانچہ آج اس نمبر میں پادری صاحب کی ایک اور دلیل کا ردّ جو کہ انہوں نے اسی ضمن یعنی جناب یسوع کی حقیقی ابنیت و الوہیت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ کیا جاتا ہے۔ اور کچھ دلائل پادری صاحب کے اس نظریہ کے ابطال میں ہماری طرف سے پیش کئے جاتے ہیں:۔

وما توفیقی الا باللہ ؎

پادری صاحب انجیل متی کی ایک آیت پیش کرتے ہیں۔ جس میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ **ابن انسان** کو لوگ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں۔ بعض ایلیا اور بعض یرمیاہ یا پہلوں میں سے کوئی (یعنی اگلے نبیوں میں سے کوئی پھر اٹھا ہے انجیل لوقا کے الفاظ) یسوع نے انہیں کہا۔ پر تم مجھے کیا کہتے ہو۔ کہ میں کون ہوں۔ شمعون پطرس نے جواب میں کہا۔ کہ تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے۔ متی ۱۶/۱۳) اس پر جناب پادری صاحب حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں "کہ یاد رہے کہ اس مقام پر بھی الفاظ خدا کا بیٹا استعارہ یا تشبیہ کے طور پر خدا کے بیٹے تھے ہی۔ (جن سے کہ یسوع نے انکار کر دیا۔ کہ میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہوں۔ گویا کہ دوسرے لفظوں میں ان تمام نبیوں کی ابنیت سے اپنی ابنیت و الوہیت مختلف یعنی حقیقی پیش کی) الوہیت مسیح صہ

الجواب اوّل۔ پادری صاحب اگر آپ ذرہ بھی عقل و خرد سے کام لیتے تو آپ کو یہ غلط فہمی ہرگز پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ یہاں حضرت مسیح کا سوال تو یہ تھا۔ کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں جس کے جواب میں بعض موعود نبیوں کا نام لیا گیا۔ لیکن پھر حضرت مسیح حواریوں کے عقیدہ کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ کہ تم مجھے کیا کہتے ہو۔ جس کے کہ جواب میں وہ نہ تو یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ تو ایلیا ہے۔ کیونکہ مسیح کا قول ہے۔ کہ "ایلیا تو آ چکا" اور علیٰ ہذا القیاس نہ ہی وہ یہ جواب دے سکتے تھے۔ کہ تو یرمیاہ یا پہلے نبیوں میں سے کوئی زندہ ہو کر دوبارہ آیا ہے۔ کیونکہ یہ ان کے عقیدہ کے بالکل خلاف تھا۔ ہاں انہوں نے جو جواب دیا وہ بالکل صحیح اور برحق تھا۔ یعنی تو "مسیح" ہے نہ کہ ان نبیوں میں سے کوئی جن کا کہ لوگ نام لیتے ہیں۔ چنانچہ میرے اس مدعا کی مزید توضیح متذکرہ آیات کا اگلا حصہ ہے۔ جس میں کہ جناب یسوع حواریوں کا جواب کہ تو "مسیح" ہے سنکر تاکیداً فرماتے ہیں۔ کہ "کسی کو نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں"۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس جگہ جناب یسوع شاگردوں سے صرف اپنے دعویٰ مسیحیت کا اقرار کروانا چاہتے تھے نہ کہ بزعم پادری صاحب آپ کا اس بات سے انکار کہ میرا دعویٰ ان نبیوں میں سے جو کہ تم پیش کرتے ہو کسی کا بھی نہیں ہے) ثابت کرتا ہے کہ آپ اپنی حقیقی ابنیت و الوہیت کو لوگوں کے سامنے الم نشرح کروانا چاہتے تھے ؎ فتدبر۔ فتدبر۔ فتدبر۔

الجواب دوئم۔ ہاں اب باقی رہ گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ خدا کا بیٹا کہا گیا۔ تو اس کا جواب سنئے کہ اول تو یہ الفاظ نہ لوقا نے لکھے اور نہ ہی مرقس کے انجیل نویس نے درج کئے۔ بلکہ برخلاف متی کی انجیل کے لوقا کی انجیل میں صرف اتنے ہی الفاظ پائے جاتے ہیں کہ "پطرس نے یسوع کو کہا کہ تو خدا کا مسیح ہے"۔ لوقا ۹/۲۰ اور پھر مرقس کی انجیل (جو کہ اغلباً پطرس کی ہی تصنیف ہے) لوقا کی انجیل سے بھی اختلاف رکھتے ہوئے صرف اتنے الفاظ پیش کرتی ہے کہ "تو مسیح ہے"۔ مرقس ۸/۲۹ (اور پھر طرفہ یہ کہ یوحنا کی انجیل میں یہ سارا واقعہ ہی کالعدم ہے) الغرض جہاں کہ اناجیل کا شدید اختلاف اور ایک انجیل میں اس کا عدم وجود اس آیت کو پایہ اعتبار سے گرا دیتا ہے۔ وہاں یہ بھی دو اور دو چار کی طرح ثابت ہے۔ کہ اس جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصب العین ازراہِ حقیقت خدا یا خدا کا بیٹا بننا نہ تھا۔ بلکہ صرف اپنے آپ کو "مسیح" کہلوانا چاہتے تھے۔ کیونکہ لوقا مرقس کی اناجیل میں صرف اتنے لفظ کہ "تو مسیح ہے" یا "خدا کا مسیح" پائے جاتے ہیں۔ لیکن قطع نظر اس کے اگر آپ حقیقی ابنیت کے مدعی بننا چاہتے تو بجائے ان الفاظ کے کہ "کسی کو نہ کہنا" کہ "میں مسیح" ہوں۔ یوں کہتے کہ "میں مسیح اور خدا ہوں"۔ لیکن آپ کا ایسا نہ کہنا نقش قطعی ہے اس بات پر کہ آپ صرف پطرس سے اپنی محبت کا اقرار کروانا چاہتے تھے۔ نہ کہ حقیقی خدائی اور ابنیت کا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب سوئم۔ اب ہم ثابت کرتے ہیں ازروئے محاورۂ انجیل مسیح اور زندہ خدا کا بیٹا مترادف یعنے ایک دوسرے کے بدل میں ہے۔ اور اس جگہ پطرس کا جناب یسوع کو زندہ خدا کا بیٹا کہنا بھی یہی معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ مسیح علیہ السلام نے پطرس کے اس فقرہ سے بھی کہ "تو مسیح (یعنی) زندہ خدا کا بیٹا ہے" یہی معنی سمجھے۔ اور علی ہذا القیاس انجیل لوقا اور مرقس نے بھی پطرس کے اقرار کو حضرت یسوع کی مسیحیت کا اقرار گردانا۔ نہ کہ الوہیت کا (کیونکہ یہ دونوں اناجیل پطرس کے صرف اتنے الفاظ کہ "تو مسیح ہے" کوٹ کرتی ہیں) نیز متی کے انجیل نویس نے سردار کاہن کا مسیح پر سوال ان الفاظ میں درج کیا ہے "اگر تو مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ تو ہم سے کہہ"۔ (متی ۲۶/۶۳) لیکن سردار کاہن کا یہی سوال لوقا کا انجیل نویس ان الفاظ میں درج کرتا ہے "اگر تو مسیح ہے تو ہم سے کہہ" (لوقا ۲۲/۶۷) پس صاف ظاہر ہے کہ انجیلی محاورہ کے مطابق مسیح ہونا اور خدا کا بیٹا ہونا ایک ہی بات ہے۔ چنانچہ تمام علماء اہل تثلیث میرے اس مدعا کی تائید میں ہیں۔ جیسا کہ روزن ملر صاحب اپنی تفسیر انجیل متی ۱۶/۱۳ میں فرماتے ہیں۔ کہ "خدا کا بیٹا اس جگہ مترادف محض مسیح کا ہے۔ جیسا کہ یوحنا ۶/۲۹ و ۱۱/۲۷ و ۲۶/۶۳ و نیز یوحنا ۱/۴۹ میں ہے۔

الجواب چہارم۔ لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ جناب یسوع مسیح" اور زندہ خدا کے بیٹے" بھی ہیں۔ تو پھر بھی ان الفاظ سے ان کی الوہیت مستنبط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جناب یسوع ان آیات کے شروع میں ہی خود کو "ابن انسان" کہکر پکارتے ہیں جو کہ شاہد ناطق ہے اس بات پر کہ حضرت مسیح ہیں تو انسان لیکن عرف عام میں استعارہ یا تشبیہ کے طور پر ان کو زندہ خدا کا بیٹا کہا گیا۔ جیسا کہ دوسروں کو بھی انہی الفاظ سے پکارا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "خدا یوں فرماتا ہے۔ کہ جو میری امت نہ تھی۔ میں اسے اپنی امت کہوں گا۔ اور جو پیاری نہ تھی اسے پیاری کہوں گا۔ اور وہ زندہ خدا کے بیٹے کہلاویں گے"۔ رومیوں ۹/۲۵ ہوسیع ۱/۱۰ پادری صاحب مبارک ہو۔ یہاں تو جناب یسوع کے علاوہ بھی کئی خدا بن گئے۔

الجواب پنجم۔ تمام علمائے اہل تثلیث معترف ہیں۔ کہ جب پطرس نے مسیح کو زندہ خدا کا بیٹا کہا۔ تو وہ اس وقت مسیح کی الوہیت سے ناواقف اور بے علم محض تھا۔ چنانچہ وہی روزن ملر صاحب (جن کی تفسیر کا آگے حوالہ پیش کیا گیا) اپنی تفسیر انجیل میں فرماتے ہیں۔ کہ "پطرس اس وقت تک مسیح کی الٰہی ماہیت سے ناواقف تھا"۔ دیکھو تفسیر انجیل متی روزن ملر صاحب باب ۱۶ آیت ۱۳۔ لو صاحب قصہ پاک ہوا۔ کہ اب تو خود عمائد مسیحی دین مقر ہیں کہ پطرس نے یسوع کو خدا سمجھکر زندہ خدا کا بیٹا نہیں کہا تھا۔ بلکہ وہ تو اس وقت یسوع کی الوہیت سے ہی ناواقف تھا۔ پس پادری صاحب کی یہ دلیل بھی ھبآ منثورا کی طرح اڑ گئی۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ پطرس نے مسیح کے لئے زندہ خدا کا بیٹا اس کی الوہیت کو الم نشرح کرنے کے لئے نہ کہا تھا۔ بلکہ صرف اس کی مسیحیت کو ہی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

پادری صاحب کے ان تمام بوسیدہ دلائل کی تردید ہو چکی جو کہ انہوں نے بڑے طمطراق سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حقیقی ابنیت۔ الوہیت کو ثابت کرنے کے لئے پیش کئے۔ اب اس کے بعد ہماری طرف سے کچھ دلائل ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ جن سے کہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاویگا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ازراہ مجاز و استعارہ ابن اللہ کہا گیا نہ کہ بقول پادری صاحب علے وجہ الحقیقت۔

پہلی دلیل۔ مسیح فرماتے ہیں "کہ میرے بھائیوں کے پاس جا کر ان سے کہو کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ۔ اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ یوحنا ۲۰/۱۷ (ب) جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں" وہ سب اسی کے ہیں۔ اس لئے وہ انہیں بھائی کہنے سے نہیں شرماتا"۔ عبرانیوں ۲/۱۱ و ۱۷ متی ۲۸/۱۰ (ج) تمام حواریوں نے لیپالک ہونے کی روح پائی جس سے ہم ابا یعنی اے باپ پکار پکار کہتے ہیں۔ اس لئے ہم خدا کے فرزند ہیں۔ اور جب فرزند ہوئے تو وارث بھی یعنی خدا کے وارث اور وراثت میں مسیح کے شریک۔ اس لئے ہمیں آگے بھیجا۔ کہ ہم اس کے بیٹے کے ہم شکل ہوں۔ تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پلوٹھا ٹھیرے"۔ (رومیوں ۸/۲۹-۱۷) (د) یوحنا عبرا ۳ باپ کی محبت کی وجہ سے ہم خدا کے فرزند ہیں۔۔۔ اور ہنوز ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہونگے پر ہم جانتے ہیں جب مسیح ظاہر ہوگا۔ تو ہم اس جیسے ہوں گے"۔

اب ان آیات سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مسیح اسی طرح خدا کے فرزند ہیں جس طرح کہ دیگر حواری اور خدا حضرت مسیح کا اسی طرح باپ ہے جس طرح کہ دوسرے حواریوں کا باپ۔ کیونکہ جیسا کہ متذکرۃ الصدر آیات سے عیاں ہے۔ کہ حواری بروئے آیات مذکور اور مسیح علیہ السلام آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان کا آسمانی باپ ایک ہی ہے۔ یعنی خدا۔ پس بایں صورت لا محالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حواری بھی حضرت مسیح کی طرح خدا کے فرزند اور اسی طرح خدا تعالےٰ ان کا باپ ہے۔ لہذا اگر خدا تعالیٰ دوسروں کا باپ علے وجہ الحقیقت ہے۔ تو پادری صاحب بھی مسیح کو حقیقی ابنیت کے مدعی قرار دینے کے مجاز ہیں۔ لیکن اگر برخلاف اس کے دیگر راست باز اور حواری ازراہ مجاز خدا کے طفل ہیں۔ تو عیسائیوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ حضرت مسیح کو حقیقی ابن اللہ قرار دیں۔ جب کہ جناب یسوع مسیح بالصراحت فرماتے ہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ہمارا آسمانی باپ ایک ہی ہے۔ (متی ۱۲/۵۰)

دوسری دلیل۔ اناجیل سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کو دو طرح کا بیٹا کہا گیا۔ اول بمعنی مقرب بارگاہ الٰہی دوم بوجہ بن باپ پیدا ہونے کے از قسم اول بیٹا ہونے کے متعلق تو ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ لیکن اس بات کا مزید ثبوت کہ حضرت مسیح بھی راستباز ہونے کی وجہ ابن اللہ ہیں۔ یہ ہے کہ مرقس ۱۵/۳۹ صوبیدار کے الفاظ کوٹ کرتے ہوئے حضرت مسیح کو ابن اللہ لکھتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے لوقا ۲۳/۴۷ اسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اسی آیت کے بدلے حضرت مسیحؑ کو راستباز لکھا ہے۔ پس اب ان دونوں انجیلوں کے اختلاف کو مٹانے کے لئے ان دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھنے سے صاف عیاں ہے۔ کہ مقدس لوقا کے نزدیک راستباز اور لفظ ابن اللہ مترادف المعنی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس نے حضرت مسیح کے لئے ابن اللہ کی جگہ راستباز کے الفاظ استعمال کئے۔ لیکن اگر صورت ہذا کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو انجیل لوقا جس نے کہ اپنی انجیل بڑی تحقیق کے بعد لکھی لوقا ۱/۳) پر سخت الزام عائد ہوگا۔ اور ماننا پڑے گا۔ کہ انجیل لوقا نے اس واقعہ کے بیان کرنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ جو کہ بزعم عیسائی صاحبان بالبداہت باطل ہے (کیونکہ ان کو انجیل لوقا و دیگر اناجیل الہامی کتب مسلّم ہیں) پس اب چار و ناچار ان دونوں اناجیل کے اختلاف کے حل کے لئے وہی صورت تسلیم کرنی پڑیگی۔ جو کہ ہم نے پیش کی۔ جس سے کہ صاف عیاں ہے کہ حضرت مسیح ابن اللہ بمعنی مکرّم ہیں۔ نہ کچھ اور۔

ہاں اب باقی رہ گیا یہ کہ بوجہ بن باپ پیدا ہونے کے حضرت مسیح کو ابن اللہ کہا گیا۔ تو واضح ہو کہ انجیلی اصطلاح میں جہاں کہ ابن اللہ کے معنی راست باز کے ہیں۔ وہاں بن باپ پیدا ہونے کے بھی ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ نسب مسیح میں (نمبروار گنتے ہوئے کہ فلاں فلاں کا بیٹا اور فلاں فلاں کا) آخر میں حضرت آدمؑ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "وہ خدا کا بیٹا ہے" (نسب مسیح مندرج لوقا) پس اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ انجیلی اصطلاح میں ابن اللہ بن باپ پیدا ہونے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (کیونکہ ان کی پیدائش والدین کے میل سے نہیں بلکہ محض قدرت الٰہی سے ہوتی ہے) چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح کو بھی بالفاظ واضحہ اسی قسم کا بیٹا قرار دیا گیا۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ "مریم کے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اور اس نے کہا اے مریم تیری ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھیو وہ کہنے لگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہو جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی۔ فرشتے نے کہا۔

کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خدا کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اس سے وہ جو پاکیزہ پیدا ہونے والا ہے خدا کا بیٹا کہلاوے گا۔" (لوقا ۱/۳۵)

پس اس حوالہ سے اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مسیح بقدرت الٰہی بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے ابن اللہ ہیں۔ جس میں کہ آپ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو بھی انہی معنوں میں ابن اللہ کہا گیا۔

تیسری دلیل۔ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ دنیا میں چار قسم کے بیٹے پائے جاتے ہیں۔ حقیقی۔ بیوٹی کا۔ متبنّٰے اور مجازی۔ پس اب ہمارا جناب پادری صاحب سے زبردست مطالبہ ہے۔ کہ بتایا جائے کہ جناب یسوع ان چاروں میں سے کونسی قسم کے بیٹے ہیں۔ اگر کہو حقیقی تو وہ ذات الٰہی میں ساقط ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں (نعوذ باللہ) خدا تعالےٰ کی زوجہ بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔ جن کے کہ تعلق سے جناب مسیحؑ معرض وجود میں لائے گئے۔ (جب کہ خدا تعالےٰ بے نیاز اور بے احتیاج ہے) پس یہ صورت تو بالبداہت باطل ہوئی۔ اور اگر کہو دوسری قسم کا (یعنی بیوی کا) تو پادری صاحب تقصیر معاف جب تک آپ یہودیوں کے بشپ کے ہاتھ پر بپتسمہ نہ پاویں۔ یسوع کو اس قسم کا بیٹا قرار نہیں دے سکتے۔ تیسرا متبنّٰے تو خود عیسائیوں میں غیر مسلّم ہے۔ کیونکہ بایں صورت خدا کو محتاج ماننا پڑے گا۔ ہاں اب باقی رہ گیا مجازی بیٹا۔ اس سے تو خود بائیبل بھری پڑی ہے۔ اور سینکڑوں کو اس قسم کا بیٹا کہا گیا۔ جس کی کہ مثلےٰ از خروارے چند مثالیں گذشتہ قسط میں ہدیہ ناظرین کی جا چکی ہیں۔ القصہ پادری صاحب کو چار و ناچار حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا مجازی بیٹا ہی تسلیم کرنا پڑیگا۔

کمزوروں اور بوڑھوں کے لئے آبِ حیات ہے

امرت بوٹی } ہر قسم کی کمی اور مردانہ کمزوری کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ جس کی قدر و قیمت استعمال کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ دل دھڑکتا ہو۔ خون کی کمی ہو۔ چہرہ کا رنگ زرد اور پژمردہ سا ہو گیا ہو۔ سانس پھولتا ہو۔ جریان کی وجہ سے کمر میں درد رہتا ہو۔ قوت مردانہ پانی کی طرح رقیق اور بہتی ہو۔ احتلام کی کثرت اور سرعت کی بیماری لگ چکی ہو۔ جگر کام نہ کرتا ہو۔ قوت ہاضمہ خراب اور بھوک کے نہ لگنے کی ہر دم شکایت رہتی ہو۔ تو اس اکسیر حیات امرت بوٹی کو حاصل کریں۔ قیمت ۲۱ روزہ معہ امرت رس کے عہ

محافظ دندان } پائیریا ایک خوفناک مرض ہے طبیب ڈاکٹروں کو ہی معلوم ہے کہ جب یہ مرض بگڑ جاتا ہے۔ تو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مرض کے جراثیم کو ہلاک کرنے اور صفائی کرنے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے چار ادویات حاصل کریں۔ پائیرس پوڈر ۱ ۱/۲ پائیرس کریم پائیرس لوشن۔ جملہ قیمت ہر چہار ادویات کا بکس عہ

(فقیر احمد خان احمدی حکیم حاذق جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

اختر پیغام سے میرا کلام

(از ابوالبشارت عبدالغفور مولوی فاضل قادیان)

میں اپنے محترم ایڈیٹر صاحب فاروق مدظلہ العالی کا مشکور ہوں۔ کہ باوجودیکہ میں ابھی بیمار ہی ہوں میری طرف پیغام صلح کا پرچہ مورخہ ۱۹ بھیج کر مکرم سید اختر حسین صاحب پیغامی سے ایک رنگ میں ملاقات کرادی۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مجھے مدت سے میرا دوست نہیں ملا۔ ورنہ امید تھی۔ کہ وہ شاید ہدایت پاہی جاتے۔ میں سید صاحب کا اس لئے بہت مشکور ہوں۔ کہ آپ نے دو روز کی ملاقات میں قریباً سارے اختلافی مسائل حل کرکے دستخط کر دیئے تھے مثلاً آپ نے تسلیم کر لیا تھا۔ کہ مسیح موعودؑ کو کافر کہنے والا بھی کافر۔ مسیح موعودؑ کی دعوت پہنچنے کے بعد نہ ماننے والا بھی کافر۔ اور جو ان دونوں میں شامل نہیں بلکہ ایک تیسرا گروہ ہے (جو ساکنین یا متردّدین وغیرہ کا ہے) وہ جب تک مکفر علماء کی تکفیر کا نام بنام بذریعہ اشتہار اعلان نہ کریں کافر ہیں۔

پھر آپ نے بغیر کسی تشریح کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ظلی بروزی نبی تسلیم فرما کر نبوت کے جھگڑے کو بھی ختم کیا۔ پھر آپ نے ایک سوال کا جواب مجھ سے مانگا۔ جبکہ ایک سوال کا جواب میں نے آپ سے طلب کیا۔ میرا سوال یہ تھا کہ جن لوگوں تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں پہنچا۔ ان کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ اور آپ کا سوال یہ تھا۔ کہ جن لوگوں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نہیں پہنچا۔ وہ کون ہیں؟

آپ نے از راہ شفقت تحریر فرمایا۔ کہ جن لوگوں تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں پہونچا۔ وہ کافر تو ہیں۔ مگر جہنمی کا فتوےٰ ہم ان پر نہیں لگا سکتے۔ میں نے اس پر لکھ دیا۔ کہ یہی عقیدہ ہمارا حضرت اقدس علیہ السلام کے متعلق ہے۔

میں آپ کی سادگی کا بھی قائل ہوں۔ آپ نے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ جو حوالے اہل پیغام کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کو بھی کتاب سے دیکھنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ایک حوالہ پیش کیا اتفاقاً میں دریافت کر بیٹھا۔ کہ یہ کتاب حضرت اقدس نے کس زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ تو آپ نے پہلے تو فارسی کا نام لیا۔ اور پھر لاعلمی کا اظہار کیا مجھے آپ پر اس وقت بہت رحم آیا۔ کیونکہ اس وقت کئی ایک محقق غیر احمدی بھی پاس بیٹھے تھے۔ آپ کی سادگی کی ایک عجیب بات یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے پھر ایک بات پیش کی۔ میں نے کہا۔ کہ سید صاحب جس طرح آپ فرماتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے تو اس کے خلاف فرمایا ہے۔ آپ نے لاعلمی کی وجہ سے کچھ اصرار فرمایا۔ چونکہ اس دن گفتگو ایک گونہ پرائیویٹ تھی۔ اور اتفاق سے انہی کے در دولت پر تھی۔ اس لئے انہی سے کتاب کا مطالبہ کیا گیا۔ شکر للہ کہ کتاب مل گئی۔ کیونکہ وہاں بلکہ ہر جگہ پر پیغامی دوست ستیارتھ پرکاش کی طرح مولوی محمد علی کی کتاب النبوۃ فی الاسلام کو ہی بغلوں میں دبائے پھرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے قریباً ناآشنا ہیں۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کئی بھائی حضرت اقدس کی کتب کی دید سے بھی اسی طرح محروم ہیں جس طرح آریہ دوست وید سے حالانکہ یہ کتب بکثرت مل سکتی ہیں۔ مگران کو مکہ سے اور مکہ والے سے کیا غرض۔ غائبانہ ہی کافی ہے خواہ وہاں یونہی قبر بنائی گئی ہو۔

الغرض کتاب منگوائی گئی۔ اتفاق سے کتاب مل بھی گئی۔ خاکسار نے حوالہ نکالکر سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس کو بار بار پڑھا۔ اور بالآخر ان باریک اور پیارے ہونٹوں کو جو صداقت کے اظہار کے لئے حرکت میں آنے چاہئیں تھے۔ افسوس کہ نہایت ہی کپکپی اور لرزہ پیدا کرنے والے فقرہ کے لئے حرکت میں آئے۔ آپ نے کہا۔ اور بہت بُرا کہا۔ کہ ہم اس تحریر کے ذمہ وار نہیں۔ میں نے گذارش کی۔ کہ ذرا لکھ دیجئے میرا خیال تھا۔ کہ شاید قدرتی سلیم الفطرتی سامنے آکر ایسا منحوس فقرہ لکھنے سے روک دیگی۔ مگر میرا خیال جو حسن ظنی پر مجبول تھا۔ آپ کی تحریر نے کچل کر رکھدیا۔ اور آپ نے لکھدیا۔ کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر فلاں سطر سے فلاں سطر تک "جو عبارت ہے۔ اگر اس کو آپ کا اجتہاد قرار نہ دیا جائے تو ہم اس کے ذمہ وار نہیں"

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

خیر یہ تو پرانی ملاقات کی ایک یادداشت ہے۔ سید صاحب بالعموم اپنے پیغام میں ادھر ادھر کے پیغام درج کرتے رہتے ہیں۔ میں تو اس کو بالعموم پڑھنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کرتا۔ کیونکہ جب دیکھتا ہوں۔ کہ یہ لوگ حضرت اقدسؑ کی دن بدن ہتک کرتے اور آپؑ کی تعلیم کو کُتر کُتر کر پیش کرتے۔ جھوٹ بولتے۔ دھوکے دیتے۔ کسی کی عزت کا لحاظ۔ نہ خدا کا خوف نہ شریعت کا پاس۔ یکتمون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھو من المسیح الموعودؑ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خود ایک بات لکھ کر اس کو خواہ مخواہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک ایک بات کا بار بار جواب پا کر پھر وہی دہرا دیتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ مثلاً اسی پیغام صلح کو لے لو۔ اس میں اختر صاحب موصوف ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ جماعت احمدیہ یا بالفاظ دیگر دارالامان میں رہنے والے یزیدی ہیں۔ بیسیوں مرتبہ ان کے گندے دہنوں سے یہ بدبودار فقرہ نکلا۔ اور بیسیوں دفعہ ہماری طرف سے جلاب دیئے گئے۔ مگر اصلاح تو اس کی ہو۔ جو صلاحیت کا مادہ رکھتا ہو۔ اور جس کو اللہ تعالےٰ بھی کہہ چکا ہو۔ کہ نیک ہوتے تھے۔ پاک ہوتے تھے۔ کاش اسی طرح رہتے۔ مگر پاکیزگی تو اس مقام میں داخل ہونے سے وابستہ ہے۔ جس کو حضرت اقدس اور پھر مکرم خواجہ صاحب نے ارض حرم سے تشبیہ دی۔ وہاں سے نکلنے والا تو دراصل ایمان سے نکلنے والا ہی ثابت ہوتا ہے۔

سید صاحب اپنے مضمون میں پہلے تو فرماتے ہیں۔ کہ "قادیانی دجل" نامی ایک اشتہار پیغامیوں کی طرف سے شائع ہوا۔ تو قادیانیوں کے کیمپ میں شور مچ گیا"

سید صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمیں اس گندے چیتھڑے پر شور مچانے کی کیا ضرورت تھی۔ البتہ آپ کی جہالت اور احمدیت سے دشمنی پر ماتم کیا تھا۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ کہ جس مقام کو خدا نے ہدایت و نور پھیلانے کے لئے چنا۔ جس کو ام القریٰ قرار دیا۔ آپ نے اس کے نام کے ساتھ "دجل" کا لفظ استعمال کیا۔ اس سے بڑھ کر مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی تعلیم سے دشمنی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ جب بھی غیر احمدی حضرت اقدس کی تحریر پر اپنی جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں تو بالعموم اس کو قادیانی دجل کہتے ہیں۔ آپ نے بھی وہی فقرہ استعمال کیا۔ میں حیران ہوں۔ کہ آپ کی عقلوں میں کیوں اتنا فتور آ گیا کہ فقرہ کی بندش کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس کا کیا اثر ہو گا۔ سید صاحب کہتے ہیں۔ کہ "ہم قادیانی کے شرف کے تو قائل ہیں۔ مگر شریروں کی شرارت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"۔ اگر یہی ہوش اس وقت ہوتی۔ کہ جو شخص آپ کی نظر میں باوجود درخشندہ گوہر ہونے کے بھی ایک شیشے کا ٹکڑہ نظر آیا تھا۔ تو اپنی کوتاہی کا ثبوت اس ٹکڑے پر اعتراض کر کے دینا تھا۔ ایسی جہالت ہی کیوں کی تھی جس کی زد اس ہستی پر پڑتی تھی۔ جو کئی نبیوں سے بڑھ کر ہے۔ مثلاً خدانخواستہ اگر آپ سے کوئی خلاف شریعت فعل سرزد ہو جائے۔ تو آپ کے بھائی کی طرف سے آپ کو اس کی سرزنش تو کی جا سکتی ہے۔ مگر آپ کے کسی ایسے بدفعل کی وجہ سے اس کے منہ سے کوئی ایسا فقرہ تو نہ نکلنا چاہیئے۔ جس سے آپ کے والد یا والدہ بھی ملوث ہوتے ہوئے نظر آئیں۔

ایک سوال۔ میں اپنے عزیز مکرم سید صاحب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر ان کے دل میں سچ مچ قادیان کا تو احترام موجود ہے مگر وہ کسی شریر کی شرارت کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تو کیا اگر قادیان کا رہنے والا کوئی چوہڑا یا چمار یا کوئی آریہ یا سکھ ویسے ہی آپ کے عقائد لکھ کر شائع کرے۔ تو کیا آپ اس کے جوابی اشتہار کی سرخی بھی یہی منحوس فقرہ قرار دینگے۔

اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ قادیانیوں کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ "قادیان کو دمشق سے تشبیہ دی ہے"۔ اس کے بعد حضرت اقدسؑ کی کچھ عبارت اپنی عادت کے مطابق کانٹ چھانٹ کر درج کر کے لکھتے ہیں۔ کہ یہ ایک لمبا مضمون ہے کہ قادیان کسطرح یزید کا پایہ تخت بنا۔ اور جہاں سے کیا کیا ظالمانہ احکام صادر ہوئے الخ۔

میں اپنے عزیز مکرم سید صاحب کی خدمت میں گذارش کر دیتا ہوں۔ کہ یہ تو کوئی لمبا مضمون نہیں بلکہ دو حرفی بات ہے۔ اپنے قرب و جوار میں کسی بزرگ سے پوچھ لیتا تھا کہ انہوں نے "حضرت امیر ایدہ اللہ" کو کس بزرگ کی برادری میں شامل فرمایا تھا۔ مگر ذرا خیال سے پوچھنا۔ کہیں وہ مضمون کو چھوٹا کہتے ہوئے صاف نہ کہدیں "یزید"۔ سید صاحب اگر پہلے کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ تو لیجئے میں اب حضرت اقدس علیہ السلام کی زبانی بتا دیتا ہوں۔ کہ اخرج منہ الیزیدیون کا کیا مفہوم ہے۔ اور یزید الطبع کون ہیں۔

یزیدی الطبع کون لوگ ہیں } حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(۱) "چونکہ طبیب کو بیماروں ہی کی طرف آنا چاہیئے اس لئے ضرور تھا۔ کہ مسیح ایسے لوگوں میں ہی نازل ہو"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰ بار پنجم حاشیہ) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت اقدس بیمار قرار دے رہے ہیں۔ اور جن کی طرف طبیب کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ وہ بیمار حضرت اقدس علیہ السلام کے نزول سے پہلے موجود ہوں۔ نہ کہ آپ کے نازل ہونے کے بعد پیدا ہوں۔ کیونکہ کوئی بیمار ہو تو اس کے پاس طبیب جاتا ہے۔ پس جس صورت میں حضرت اقدس علیہ السلام ان کا وجود اپنے نزول سے پہلے قرار دے رہے ہوں۔ پھر کسی کا آپ کی کثیر پیدا کردہ جماعت کو بیمار قرار دینا کسی بد دماغ پاگل کا ہی کام ہے۔ شریف زادوں کا نہیں۔

(۲) پھر ایسے ہی لوگوں کو ملحوظ رکھ کر الہام ہوا تھا۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔ کہ اس بستی میں ایسے بد باطن لوگ رہتے ہیں۔ کہ اگر مسیح موعودؑ کا اکرام نہ ہوتا تو ساری بستی ہلاک کر دی جاتی۔

---

(۳) پھر حضرت اقدس علیہ السلام کے رشتہ داروں کا سخت مخالف ہونا بلکہ دہریہ ہونا خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی بے عزتی و بے حرمتی کرنا۔ قرآن کو نیچے لے کر اوپر بیٹھنا وغیرہ حرکات صاف ظاہر کر رہی ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ یزیدی الطبع کون تھے۔ مگر ان باتوں کی موجودگی میں کسی فاتر العقل کا جماعت احمدیہ کے مرکز کے مقدسوں کو یزیدی قرار دینا پرلے درجہ کی بے حیائی ہے۔ ہاں چونکہ الہام الٰہی کے الفاظ اخرج منہ الیزیدیون ہیں۔ اور اخرج کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک پیدا کئے گئے دوسرے نکالے گئے۔ حضرت اقدسؑ نے ایک معنے لئے ہیں۔ یعنی پیدا کئے گئے۔ اس لئے ہمیں اسی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔ پر اگر کوئی دوسرے معنے لینا چاہتا ہے۔ تو صاف سامنے آکر جو معنے بنتے ہیں۔ وہ لے چلمن کے پیچھے بیٹھنے سے کیا فائدہ

الہام الٰہی میں تین لفظ ہیں۔ اخرج۔ منہ الیزیدیون۔ اخرج نکالے گئے۔ منہ قادیان کی مبارک اور پاک بستی سے۔ الیزیدیون یزیدی الطبع لوگ۔ بھلا اب یہ کوئی پوشیدہ بات ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی۔ قادیان سے باہر نکالے گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے نکالے۔ اگر آپ لوگ مراد نہ ہوتے۔ تو آپ کا کیا حرج تھا۔ کہ اختلاف کے باوجود اپنے محبوب کی محبوب بستی میں رہتے۔ اگر اس میں چوہڑے چمار حتےٰ کہ احرار جیسے ہر قسم کی شرافت سے آزاد اراذل امن سے رہ سکتے ہیں۔ تو آپ کو کیا ڈر تھا۔ مگر ضرور تھا۔ کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ اور آپ نکل جاتے ؛

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے بھی آپ لوگوں کو لاہور میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا "جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا۔ (یعنی آپ کو ناقل) اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر حماقت کرو۔ تو سخت حماقت ہے..... میں پھر کہتا ہوں۔ کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادتمند فطرت اسے اسجد والا دھر کی طرف لے آئے گی۔ اور اگر ابلیس ہے۔ تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا۔" پھر آپ کے نکلنے کا وقت بھی آپؓ بتاتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں "جس امر پر اللہ تعالیٰ نے تم کو جمع کر دیا ہے۔ اس وحدت کے مرکز کو نہ چھوڑو..... توبہ کر لو۔ ہماری زندگی میں توبہ کر لو۔ ہماری زندگی میں (خلافت پر اعتراض ناقل) چھوڑ دو۔ تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا۔ وہ تم سے معاملہ کرے گا۔" گویا خلیفہ دوئم کے زمانہ میں نکلو گے۔ پھر فرماتے ہیں "میں جب مر جاؤں گا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا۔ جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دیگا۔" وہ ہوگا کون آیا وہ بھی خلیفہ ہوگا یا انجمن۔ تو فرماتے ہیں۔

"مجھ کو نہ انجمن نے (خلیفہ) بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے....

پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا۔ یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو۔" گویا خلافت ثانیہ ضرور قائم ہوگی۔

(بدر جلد ۱۲ نمبر ۱-۲)

امر دوئم۔ اخرج۔ لفظ ماضی رکھا۔ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں یقینی الوقوع واقعہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی یقیناً اس بستی سے ہر وہ شخص جو یزید پلید کی خصلت کا ہوگا نکال دیا جائیگا۔

چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ایک دفعہ تو جمع سالم ہونے کی وجہ سے سالم یزیدی نکال دیئے گئے۔ اور پھر بھی جب کبھی کسی کو یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح نکال کر باہر کر دیتا ہے۔ جیسے مکھن سے بال۔

اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ برادری بھی ایک ہی ہے۔ اور پھر جو جو منصوبے اور شرارتیں آپ کو سوجھتے ہیں۔ شاید معلم اول انا خیر کہنے والے کو بھی کبھی سوجھے ہوں۔

لطیفہ آپ لوگ ہمیشہ ہمیں غالی کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ سید صاحب نے اس مضمون میں بھی ارشاد فرما ہی دیا ہے اور اس کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں۔ کہ ہم مبائعین نے عیسائیوں کی طرح غلو کیا ہے۔ عزیز من درست اگر ہم بالغرض بقول آپ کے معاذ اللہ عیسائی ہوئے۔ تو حضرت اقدس علیہ السلام کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ قرار دیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی جماعت دو حصوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ ایک یہودی ہے ایک عیسائی۔ آپنے از راہ نوازش عیسائی تو بنا دیا ہم کو۔ مگر سرکار بدولت کیا نبی۔ کہو۔ کہو۔ ذرا اپنے منہ سے کہو۔ یہو..... یہود..... یہودی۔ ہاں تو کیا پھر آپ یہودی بنے۔ بہت اچھا ذرا مسیح موعودؑ کے ازالہ اوہام صفحہ مذکور کا دمشق کی تشریح میں مضمون پڑھ لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں "یزیدیوں کو ان یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح کیوقت میں تھے..... یزیدی لوگ مثیل یہود ہیں۔" (ازالہ اوہام ص۳۰) دیکھئے اختر صاحب ؎

"وہ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

پہلے یہودی بھی یحرفون الکلم حوالوں کو بگاڑ کر پیش کرتے تھے اور آپکا تو شیوہ ہی ہے اور آپنے تو قسم کھائی ہے اور میرا تو خیال ہے حضرت امیر شاید بیعت میں اقرار ہی لیتے ہوں۔ کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ حوالہ کبھی صحیح پیش نہیں کروں گا۔ ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ تم میں سے کوئی ایک بھی تو سیدھا اور صاف صحیح حوالہ پیش نہیں کرتا۔

لطیفہ دوئم نہ وہ یہودی حضرت عیسےٰ کو نبی مانیں نہ اس موسےٰ کے یہودی اس عیسےٰ کو نبی مانیں۔ لہٰذا ہم غریب سو ہم تو صاف کہتے ہیں۔ لانفرق بین احد من رسلہ امنا باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ کہ ہم خدا کے سب رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر آپ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے زمانے کے نبی کو تو نبی نہیں سمجھتے ہاں پہلے سارے نبیوں کو مانتے ہیں۔ اسی طرح وہ بزرگ کہتے تھے۔

باقی رہا آپ کا مکرم قاضی محمد یوسف صاحب کی کسی سے گفتگو کا تذکرہ کرنا سو اول تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ جب آپ لوگ حضرت اقدسؑ کی کتب کے غلط اور جھوٹے حوالے دیتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرتے تو ایک واقعہ کب آپ نے سچا لکھا ہوگا۔ چنانچہ مکرمی قاضی صاحب موصوف نے اس کا جواب الفضل میں دیدیا ہے۔ جو نظر عالی سے گذرا ہوگا۔ اس لئے اس پر مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محترم حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی

وصیت

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

پوری معرفت اور یقین واثق کے ساتھ میرا ایمان ہے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود نبی اللہ ہیں۔ اور حضرت نورالدین رضؓ و حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد (مصلح موعود) خلفائے مسیح موعود برحق ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نصرت اور اشاعت کے واسطے قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ ہے۔ اور باوجود لوگوں کی مخالفت کے یہ جماعت دنیا بھر میں پھیلے گی اور کامیاب ہوگی۔ سب پہلے مذاہب کے امام و کتب قابل عزت ہیں۔ مگر اسلام سب سے آخری مذہب اور قرآن سب سے آخری شریعت کی کتاب ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے اسی عالم میں اتحاد کا پاک تعلق پیدا کرے۔ خود صادق بن جائے یا کم از کم صادقوں کی رفاقت اور معیت حاصل کرے۔ آنحضرت محمد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا بہت سریع التاثیر وظیفہ ہے دنیا دارالاسباب ہے۔ ہر امر کے واسطے تدبیر کے ساتھ اسباب کا مہیا کرنا ضروری ہے۔ مگر بھروسہ صرف خدا پر ہونا چاہیئے۔ دست در کار و دل بایار پر عملدرآمد رکھنا چاہیئے۔ انسان کے لئے مناسب ہے۔ کہ بے غرض ہو کر مخلوق سے نیکی کرتا رہے کسی بدکار کی بدی پر اصرار ہمارے لئے اپنی نیکی کے ترک کا سبب نہ بنے۔ بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ہمیشہ نیکی پر استقامت سے قائم رہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے رہیں وہ ذات پاک کسی کی دعا کو ضائع نہیں کرتی مانگنے والے کو کسی نہ کسی طریق سے ضرور ملتا ہے واللہ غفور الرحیم۔ وھو ارحم الراحمین۔ اللّٰھم استر عوراتنا وآمن روعاتنا۔ رب انی ظلمت نفسی ظلمًا کثیرًا واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ دنیا میں ظاہری تفاوت کچھ چیز نہیں حقیقی اطمینان قلب ظاہری اشیاء کے حصول پر منحصر نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ظاہری حالات کے لحاظ سے جس حال میں خدا تعالےٰ رکھے اسی میں خوش رہنا چاہیئے۔ اس عالم کے ساتھ انسان ختم نہیں ہو جاتا۔ موت صرف ایک تبدیلی مکان ہے جو کچھ انسان یہاں سے آگے بھیجتا ہے اچھا یا برا وہ سب اسے عالم ثانی میں ملیا رہ اور موجود ملتا ہے۔

تقسیم جائداد اور متروکہ

اس وقت میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ یہ ہے۔

ایک پختہ مکان بمعہ صحن اور چار دیواری جس میں تین کمرے۔ ایک چبارہ ایک باورچی خانہ ایک اسباب کا کمرہ ایک چھوٹا کمرہ بمعہ صحن جس میں آج کل بابا عبداللطیف افغان کو رکھا ہوا ہے۔ اسکی قیمت قریباً چار ہزار روپے ہے۔ اور پراویڈنٹ قریباً تین ہزار روپے اور کل سات ہزار روپے کے قریب کا مالک ہوں اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اس مرض کے ذریعہ سے میرا آخری وقت ہے۔ تو جیسا کہ بسبب موصی ہونے کے میری تنخواہ کا دسواں حصہ ہمیشہ صدر انجمن میں جمع ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح اس متروکہ کا دسواں حصہ بھی صدر انجمن کو دیا جائے۔ (خواہ میری لاش مقبرہ بہشتی میں دفن ہو یا نہ ہو) اور باقی بلحاظ حصص شریعت میری ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔

میڈم ہدایت بیڈنے قریب دو سال سے خط و کتابت بند کی ہوئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ میں آپ سے کچھ خرچ نہیں چاہتی۔ نہ اپنے لئے اور نہ بچے کے لئے۔ تاہم اس سے دریافت کر لیا جائے۔ اور اگر وہ حصہ لینا چاہے تو حصہ شرعی اسے اور اس کے بچے احمد مصطفےٰ صادق کو دیا جائے میڈم اپنا حق مہر وصول کر چکی ہوئی ہے۔ میں اس وقت کسی کا کچھ مقروض نہیں ہوں۔

اس جگہ اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ جب ولایت جانے کے وقت ۱۹۱۷ء میں اپنی وصیت کے سلسلہ میں اپنی لائبریری جس میں قریباً پانچ ہزار کتاب تھی۔ صدر انجمن کو دے کر اپنی باقی جائداد غیر منقولہ جس میں قادیان اور بھیرہ کے مکانات شامل تھے۔ اپنی مرحومہ بیوی امام بی بی کو اس کے حق مہر میں دیدی تھی۔ اور مرحومہ نے بھیرہ والا مکان صدر انجمن کو دے کر قادیان والے مکانات اپنی اولاد کو دیدیئے تھے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحومہ نے محلہ دارالفضل میں دو کنال زمین خرید کر اپنے بیٹے مفتی عبدالسلام کو دے دیا تھا۔ اور اس طرح جامنوں والا مکان مفتی محمد منظور کے حصہ میں آیا۔ اور بیری والا مکان سعیدہ عمر کے حصہ میں۔ یہ تقسیم ہر سہ نے برضامندی خود تسلیم کر لی ہے۔ اور اسی کے مطابق ان کا قبضہ سمجھا جائے۔ آشیانہ کشمیر والا کمرہ جامنوں والے مکان کا ایک حصہ ہے اس کا دروازہ ادھر سے بند کر کے اندر کی طرف لگا دیا جائے۔ درمیانی دیوار نئے مکان کی ہے۔ جامنوں والے مکان اور بیری والے مکان میں یہ درمیانی دیوار شامل نہیں ہے

میرا نیا مکان اور مرحومہ کے مکانات جس زمین پر بنے ہیں اس زمین کا ایک حصہ مینے سید عزیز الرحمٰن صاحب سے خریدا تھا۔ اور کچھ حصہ انجمن سے اور کچھ حصہ میاں معراج الدین صاحب سے اور ایک حصہ شیخ تیمور سے خریدا تھا۔ شیخ تیمور صاحب سے وہ حصہ خریدا تھا جو میری مکان اور والدہ سید خواجہ علی صاحب کے مکان کے درمیان ہے۔ میرے مکان کے غربی جانب جو نیچی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زمین ایک کنال سے کچھ زیادہ ہے۔ یہ سید عزیز الرحمٰن نے قریباً ۱۹۰۵ء میں مرزا نظام الدین صاحب سے خرید کی تھی۔ اور سید عزیز الرحمٰن نے اسے شیخ تیمور صاحب کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اور شیخ تیمور صاحب نے اس کا ایک حصہ میرے ہاتھ فروخت کیا۔ اور ایک حصہ والدہ سید خواجہ علی کے ہاتھ فروخت کیا۔ جو باقی رہا۔ وہ شیخ تیمور نے بدست میر قاسم علی صاحب فروخت کیا اور جو حصہ شیخ تیمور نے میری ہاتھ فروخت کیا۔ یہ وہ ہے جس میں اب بابا عبد اللطیف رہتا ہے۔ جس میں ایک کمرہ اور کمرہ کے جنوبی جانب جو صحن ہے۔ میر قاسم علی صاحب نے اس کا ایک حصہ بدست والدہ سید خواجہ علی صاحب فروخت کیا۔ اور جو باقی رہا۔ بدست خان بہادر شیخ رحمت اللہ صاحب جو میرے اور میر قاسم علی صاحب کے مشترکہ خریدار تھے فروخت کیا۔ جنہوں نے اب تک اس زمین کو خالی چھوڑا ہوا ہے۔

جانوں والے مکان کے شمالی جانب جو کوچہ قریباً ۵ فٹ ہے۔ وہ میرا خرید کردہ ہے جو میں نے فتح دین اور ائیں سے خرید کیا تھا۔ مگر میں نے اس کوچہ کے استعمال کا حق خان بہادر شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر غلام غوث صاحب اور اہلیہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو دیدیا ہوا ہے۔ اور اس کوچہ کے استعمال کے حقوق ہم چاروں کیلئے مساوی ہیں۔ جن کے مکانوں کے دروازے اب اس میں ہیں۔ ایسا ہی میرے مکان کے جنوبی جانب ڈھاب کی طرف میرے ۶ فٹ کوچہ کیواسطے زمین مالکان زمین سے خریدی گئی تھی۔ یہ کوچہ درمیان مکان سید محمد اشرف صاحب و زمین میاں روشن دین صاحب زرگر ہے۔ یہ کوچہ بھی اگرچہ میرا خرید کردہ ہے۔ مگر میں اس میں سے گذر اور استعمال کا حق سید خواجہ علی صاحب۔ سید محمد اشرف صاحب اور میاں روشن دین زرگر کو دیتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو بکلی اختیار ہے کہ میری اس وصیت میں جو مناسب سمجھیں تبدیلی کریں۔

شکریہ

میں اس موقعہ پر اُن سب احباب کا بھی شکریہ کرتا ہوں جو اس لمبے ایام علالت میں عاجز کی ہر طرح سے امداد و معاونت و خدمت کرتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اپنی دعاؤں سے۔ علاج سے۔ ادویہ و سامان خوراک خاص۔ فروٹ وغیرہ بہم پہنچانے سے اور مالی امداد سے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بطفیل مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احباب مجھ سے اس قدر محبت کرتے اور ہر طرح کی خدمت کرنے کو طیار رہتے ہیں۔ کہ میں شرمندہ ہو جاتا ہوں اور راتدن اُن سب کے واسطے دعائیں کرتا ہوں۔ خدا ہی ہے جو ان سب اخلاص اور محبتوں کا عوض انہیں دے۔ اور دینی و دنیوی حسنات سے انہیں بہرہ ور کرے۔ اور ان کی تمام مرادیں بر لائے۔ بعض دوستوں نے اصرار سے یہ خواہش کی کہ میں ان کے پاس ہی جا رہوں اور وہ اور ان کے بیوی بچے میری ہر طرح سے خدمت کرینگے۔ اور اس سے زیادہ محبت کے ساتھ خدمت کا حق ادا کرینگے جو کسی کو اپنے باپ یا عزیز ترین رشتہ دار کے ساتھ ہوتی ہے۔ بعض خواتین نے بھی آکر ایسی ہی درخواست کی۔ اور اُن سب سے مجھے ایسی ہی امید ہے۔ اور اگرچہ میں ان کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکا۔ مگر ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو گیا۔ اور میں ان سب کے واسطے دعائے خیر و برکت کرتا رہتا ہوں۔ دن کو بھی ان کے واسطے دعائیں کرتا ہوں۔ اور رات کے وقت بھی دعائیں کرتا ہوں۔ دراصل یہ سب ان عزیز دوستوں کے ایمان اور یقین کا نتیجہ ہے۔ کہ دینی تعلق کے رشتہ میں ان کے واسطے ایسی خوشی اور اخلاص ہے۔ جس کا نمونہ دنیوی رشتہ داریوں میں نہیں ہوتا۔ اور یہ بیعت کی ایک غرض ہے۔ اور اس میں صداقت سلسلہ حقہ احمدیہ کا راز مضمر ہے۔ کیا دنیا میں کوئی اور ایسی جماعت ہے۔ جس کے ممبروں میں آپس میں ایسا تعلق اخوت ہو۔ ہرگز نہیں۔ پھر اگر یہ قوت من جانب اللہ نہیں تو کہاں سے ہے۔ اور اگر یہ سلسلہ خدا کا قائم کیا ہوا نہیں۔ تو اس میں یہ اور دیگر خارق عادت قوتیں کہاں سے آگئیں۔ بعض دوستوں نے اپنے جذبات محبت میں یہ بھی دعا کی۔ کہ ان کی عمر کا ایک حصہ مجھے دے دیا جائے۔ مگر میں نے انہیں کہا۔ کہ ہمارے خدا کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ ایک کی عمر کو بڑھانے کے واسطے اس بات کا محتاج نہیں۔ کہ دوسرے کی گھٹائے۔ وہ آپ کی بھی بڑھا سکتا ہے اور میری بھی بڑھا سکتا ہے۔ پس اس سے ایسی دعا کرو۔ کہ اپنی رضامندی کے کاموں کے واسطے اور نیکی کے واسطے۔ اور راحت و خوش حالی کے لئے ہم دونوں کی عمروں میں اضافہ ہو۔ آمین ثم آمین

(محمد صادق عفا اللہ عنہ) ۱۰ جون ۱۹۳۶ء

ضمیمہ وصیت مفتی محمد صادق

ماہ مئی کے آخیر اور جون کے ابتدا میں عاجز پہلے مرض بواسیر سے اور اس کے بعد مرض سوزش پیشاب سے ایسا سخت بیمار ہوا۔ کہ میں نے ضروری سمجھا۔ کہ اپنی وصیت کے متعلق چند مزید وقتی باتیں تحریر کر دوں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ایڈریس کر کے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ دوں۔ تاکہ وقت ضرورت کام آویں۔

تکلیف سخت تھی۔ مگر بعض اصحاب دل کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُس دورۂ مرض سے اپنے فضل کے ساتھ نجات دے دی۔ فالحمد للہ۔ تاہم میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایسے درد کے وقت کی لکھی ہوئی تحریر کو شائع کر دوں کیونکہ یہ اس وقت کے جذبات کا اظہار ہے۔ ممکن ہے کہ اصل ضرورت کے وقت تک اس میں کچھ تغیرات ہو جائیں۔ اس واسطے تقسیم جائداد کا جو حصہ اس میں ہے وہ سردست قابل عملدرآمد نہ سمجھا جائے۔ گو اصولاً اس سے راہنمائی ہو سکتی ہے۔

(محمد صادق)

(اصل بخط مفتی صاحب موصوف فاضل برادر مفتی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کے ہمشیرہ زاد بھائی اور داماد حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ قادیان سے شائع کیا)